لیے نہیں جا رہا ہے بلکہ جو کوشش وہ اپنی زندگی کو برقرار رکھنے اور نظام اسلامی کو تقویت دینے کے کر رہا ہے، اس میں سے نظام باطل بالجبر ایک حصہ لے اڑتا ہے۔

ہندو مسلم فسادات میں ہماری پالیسی

سوال:۔ جماعت کی طرف سے بہار ریلیف ورک کا جو آغاز ہو رہا ہے، وہ محض انسانی ہمدردی اور اعانت مظلوم کے جذبے کے تحت ہونا چاہیے، اور اس سلسلہ میں جو فیصلہ بھی کیا جائے اور جو قدم بھی اٹھے اس میں ہمارے پیش نظر "مسلمان قوم" کی خدمت نہ ہو بلکہ ایسے کاموں کا جب بھی موقع پیش آئے تو انھیں ہندو مسلم کے امتیاز کے بغیر سرانجام دیا جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نواکھالی میں ہندو عنصر پر جو زیادتیاں کی گئی ہیں، ان کے پیش نظر نواکھالی میں تو ہم نے ریلیف کا کام شروع کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، لیکن جب بہار کے مسلمانوں پر ظلم ڈھایا گیا تو ہم معاً مسلمان مظلومین کی امداد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ــــ آخر اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس امتیاز کا محرک مسلم قوم پرستی کا کوئی دبا چھپا اثر تو نہیں؟ اگر ایسا ہے تو یہ چیز بہت خطرناک مضمرات رکھتی ہے، اور اس سے نہ صرف یہ کہ غیر مسلم عناصر کو ہماری اصل حقیقت کے سمجھنے میں غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں گی، بلکہ خود جماعت کے اندر جہاں کہیں مسلم نیشنلزم کے کچھ بچے کھچے اثرات موجود ہوں گے، رفتہ رفتہ ابھرنے لگیں گے، اور ہماری جماعت ایک بین الانسانی جماعت ہونے کی بجائے مسلمانوں کی ایک قومی جماعت ہو کے رہ جائے گی۔

ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ بہار کے امدادی کام کے سلسلہ میں عموماً "مسلمان مظلومین" کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، حالانکہ ہمارا منصب محض "مظلومین" کی امداد کرنا ہے، چاہے وہ ہندو مظلومین ہوں یا مسلمان مظلومین! پھر کیا وجہ ہے کہ خاص طور پر "مسلمان مظلومین" کے الفاظ استعمال کیے جائیں؟

جواب :- ہماری جماعت جس دعوت کو لے کر کھڑی ہوئی ہے اس کا خطاب ساری انسانیت سے ہے اور اس دعوت کی فطرت سے جو اخلاق مناسبت رکھتا ہے وہ قوم پرستانہ اخلاق نہیں، بلکہ انسانی اور اسلامی اخلاق ہے۔ ان دونوں امور کو کسی موقع پر نظر انداز نہیں کیا گیا اور آئندہ بھی ہم انھیں کبھی نظر انداز نہ کریں گے۔

فسادات کے معاملہ میں ہم اپنی محدود طاقتوں کے ساتھ چار قسم کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ایک تو فساد کی علت العلل کو ختم کرنے کی سعی۔ دوسرے کسی مقام پر فساد کے پھوٹ پڑنے کو روکنا۔ تیسرے فساد پھوٹ پڑے تو اس کا مقابلہ کرنا۔ اور چوتھے کسی فساد زدہ رقبہ کے مظلومین کی حتی المقدور امداد کرنا۔ ان چاروں قسم کے فرائض کی ادائی میں کسی قسم کے قومی تعصب کو کوئی دخل نہیں ہے جہاں تک فسادات کی علت العلل یعنی خدا کی ہدایت سے بے نیازی کا ازالہ کرنے کا تعلق ہے ہم مسلمان، ہندو اور دوسری ساری قوموں کو اپنا پیغام پہنچانے میں یکساں سرگرم ہیں۔ یہ بات البتہ ہمارے اختیارات سے باہر ہے کہ جس آسانی سے مسلمانوں کے حلقہ میں ہمارا پیغام سنا اور سمجھا جاتا ہے اس آسانی سے غیر مسلموں میں سنا اور سمجھا نہیں جاتا! تاہم ہماری دعوتی مساعی کسی امتیاز قومی کی روادار نہیں ہیں! بالکل اسی طرح کسی مقام پر اگر ہمارے اراکین موجود ہوں تو وہاں فساد کو پھوٹ پڑنے سے روکنے کے لیے جو پالیسی جماعت نے طے کی ہے وہ بھی مسلم اور غیر مسلم کی تمیز سے پاک ہے۔ ایسے موقعوں پر ہمارے کارکن جس طرح مسلمان عوام کو اسلامی اخلاق کے نام سے اپیل کرتے ہیں، اسی طرح غیر مسلم عوام کو بھی عام انسانی اخلاق کے نام سے اپیل کر کے فساد سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ پھر جہاں تک ان کا بس چلتا ہے، دونوں ہی طرف کے سرخیل لوگوں سے مل کر فضا کو ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اگر ان کوششوں کے باوجود فساد پھوٹ پڑے تو جماعت نے ارکان کو جو پالیسی طے کر کے دی ہے وہ یہ ہے کہ ظالم چاہے ہندو ہو یا مسلمان اس کا مقابلہ جان لڑا کر کیا جائے اور مظلوم چاہے ہندو ہو یا مسلمان، اسے ظالموں سے بچانے کی پوری کوشش کی جائے۔ نیز پناہ مانگنے والے کو پناہ دی جائے، چاہے وہ کسی قوم کا فرد ہو! خود کوئی پیش دستی کسی

پڑنی جائے لیکن اپنے مال، جان اور آبرو کے بچاؤ میں کوئی بزدلی نہ دکھانی چاہیے۔ پھر جس جگہ فساد کی قیامت لوگوں کے سر سے گذر گئی ہو، وہاں اگر ہمارا کوئی رکن موجود ہو تو اس کا یہ فرض ہے کہ اپنی بساط کے مطابق وہ ستم رسیدہ عناصر کی خدمت اور ہمدردی پر کاربند ہو جائے!

ان مختلف مواقع کے فرائض میں کسی قومی امتیاز اور کسی قومی تعصب کے اثر انداز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن یہ فرائض انھیں مقامات اور علاقوں میں انجام دیے جا سکتے ہیں جہاں ہمارے کچھ کارکن موجود ہوں۔ مقامی کارکن اپنے کام میں اگر بیرونی امداد کے محتاج ہوں اور جماعت کسی طرح کی بھی کوئی امداد نہیں فراہم کر سکتی ہو تو انھیں بیرونی امداد بھی بہم پہنچائی جائے گی، لیکن یہ یاد رہے کہ کسی علاقہ میں کوئی کام مقامی کارکنوں کے بغیر انجام نہیں پا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نوا کھالی میں کچھ نہ کر سکے۔ نوا کھالی ایک ایسا علاقہ ہے جہاں ہماری آواز بالکل نہیں پہنچی ہے۔ نہ وہاں کوئی رکن جماعت ہے، نہ کوئی ہمدرد اور نہ ہماری دعوت سے کسی کے کان آشنا ہیں۔ پھر وہاں اردو زبان بھی نہیں سمجھی جاتی اور ہمارا کوئی کارکن ایسا نہیں ہے جو اس علاقے میں جا کر کام کر سکتا ہو۔ اگر ہم بطور تکلف ادھر ادھر سے چند کارکن وہاں بھیج دیتے تو ان کا جانا درحقیقت بالکل بے کار رہتا ـــــ ہمیں محض نمائش اور اشتہار بازی تو کرنی نہ تھی کہ چند آدمیوں کو وہاں بھیج کر ملک میں ڈھنڈورہ پیٹ دیتے کہ دیکھیے ہم نے نوا کھالی میں کام کیا ہے!

نہ صرف یہ کہ خود نوا کھالی میں ہمارا کوئی رکن یا ہماری کوئی مقامی جماعت نہیں ہے، بلکہ بنگال بھر میں جماعت کی کوئی ایک مضبوط شاخ بھی موجود نہیں اور نہ منفرد اراکین کی کوئی بڑی تعداد ہی پائی جاتی ہے، جسے جمع کر کے کوئی کام کیا جا سکتا۔ اس وجہ سے نوا کھالی کے معاملہ میں ہمیں مجبوراً صبر کرنا پڑا۔ بخلاف اس کے، بہار میں ہماری جماعت کا خاص اثر موجود تھا، خود شہر پٹنہ میں مقامی جماعت موجود تھی اور صوبہ کے بعض دوسرے شہروں میں بھی مقامی جماعتیں بن چکی تھیں۔ نیز منفرد ارکان اور ہمدردوں کا بھی ایک اچھا خاصا حلقہ صوبہ میں پھیلا ہوا تھا۔

بس ان مقامی کارکنوں کی مجموعی طاقت کو ذریعۂ کار بنا لیا گیا اور ان کو جس حد تک ہم باہر سے مدد دے سکتے تھے، دی جا رہی ہے۔

رہا یہ سوال کہ ہمارے مظلومین کے لیے "مسلمان مظلومین" کے الفاظ کیوں استعمال کیے جاتے ہیں، سو اس کے جواب میں اول تو یہ واضح رہے کہ جماعت کے کسی سرکاری مراسلہ یا مجلس شوریٰ کے کسی فیصلہ میں تو یہ چیز نہیں پائی جاتی، ہاں عام طور پر ذاتی خطوط یا شخصی گفتگوؤں میں ایسا کہا جاتا ہوگا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اگر کسی جگہ فی الواقع مسلمان ہی مظلوم ہوں تو انھیں "مسلمان مظلومین" کہنے میں کونسا گناہ ہے؟ واقعہ کو واقعہ کی حیثیت سے بیان کر دینے کے بجائے کسی معاملہ میں ایک بناوٹی طرز کلام اختیار کرنا اور اس پر خواہ مخواہ کی احتیاطی پابندیاں لگانا ان لوگوں کا کام ہے جن کے دل میں "چور" ہوتا ہے۔ ہم جب اپنے اصول میں مخلص ہیں تو ہمیں ہندو کو ہندو اور مسلمان کو مسلمان کہنے میں کیا باک ہے؟ آخر ہم کوئی متحدہ قومیت تو پیدا کرنے نہیں اٹھے ہیں کہ ہندو اور مسلمان کے الفاظ استعمال کیے جائیں تو یہ متحدہ قومیت ڈھ جائے گی!

اسی سلسلہ میں ایک بات اور بھی ملحوظ رکھیے، اور وہ یہ ہے کہ اصول و مقصد کا بین الانسانی ہونا اور ہماری دعوت کا غیر قومی ہونا ہمیں یہ بہرحال نہیں سکھاتا ہے کہ مسلمان قوم سے ہمیں کلی مقاطعہ کرنا چاہیے۔ آخر جس قوم کے درمیان ہم پیدا ہوئے اور پلے ہیں اور جس کے ساتھ ہمارا رہن سہن ہے، اس سے ہمارا تعلق فطری تعلق ہے، اور اس فطری تعلق کا اگر ہم تکلفاً انکار بھی کریں تب بھی یہ واقعتہً موجود ہے اور موجود ہی نہیں، بلکہ اس کی وجہ سے ہم پر بعض ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ یہ گویا ہمارا ایک مشترک کنبہ ہے اور اس کنبے کے دکھ سکھ میں شریک ہونا ہمارا ایک فطری فرض ہے۔ اس کنبے پر اگر کوئی مصیبت کا دور آئے گا تو ہمیں بہرحال اس کے دوسرے افراد کے ساتھ مل کر اس کا بچاؤ کرنا ہوگا، ہمیں اسے منظم رکھنا ہوگا، اور ہمیں ان کے ساتھ ان ساری حفاظتی سرگرمیوں میں شریک رہنا ہوگا جو ہمارے اصول اخلاق کی حدود کو نہ پھاندتی ہوں اور اگر وہ ان

حدود کو پھاندتی ہوں تو ہمارا کام یہ بھی ہے کہ ہم انھیں پابند حدود بنا دیں۔

البتہ عام طور پر جو نیشنلزم دنیا بھر میں اور خود ہندوستان میں، بلکہ مسلمانوں میں پھیلا ہوا ہے اس کے اثر سے بہر حال ہمارے سینے پاک ہیں۔ نیشنلزم جو اصول پیش کرتا ہے وہ ہمارے اصول کی عین ضد ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ تمہاری قوم اگر بھلائی کرے تو بھی اور برائی کرے تو بھی تم اس کا ساتھ دو۔ مگر ہمارا اصول یہ کہتا ہے کہ تمہاری قوم اگر بھلائی کرے تو تم اس کا ساتھ دو اور برائی کرے تو نہ صرف یہ کہ اس کا ساتھ نہ دو، بلکہ یہ بھی لازم ہے کہ برائی سے اس کو باز رکھنے کی کوشش کرو۔ یہی ہم کرنا چاہتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ لیکن ہم اس غیر فطری اصول پسندی کو صحیح نہیں سمجھتے جس کا تقاضا یہ ہو کہ اپنی قوم کی مصیبتوں پر ہم الگ بیٹھے تماشا دیکھتے رہیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ موقع پا کر کوئی وعظ کہہ دیں۔

خصوصیت سے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہی گروہ ہماری دعوت کا اولین مخاطب ہے۔ اس کا ذہن آسانی سے ہماری بات سن سمجھ سکتا ہے اور دوسروں کے قریب آنے سے پہلے یہی ہمارے قریب آ سکتا ہے اور یہی سب سے زیادہ سپاہی تحریک حق کے لیے فراہم کرنے والا ہے پس اس گروہ سے ہمارا جو قریبی تعلق ہے، کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا زبان سے انکار کریں یا عملی رویہ تجویز کرنے میں اسے نظر انداز کر دیں۔ یا اس کی وجہ سے جو ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں ان کو پورا کرنے سے گریز کریں۔

نماز اور اذان اردو زبان میں

سوال:۔ نبی صلعم چونکہ عربی تھے اور اہل عرب کی طرف آپ کی بعثت بالخصوص تھی، اس وجہ سے یہ امر تو بالکل فطری تھا کہ خدا کی ہدایت عربی زبان میں نازل ہو اور پہلے اہل عرب کو متاثر کیا جائے اور بعد میں وہ دوسری زبانوں کے ذریعے دعوت حق کو دوسری قوموں تک پہنچائیں۔ لیکن نماز کی زبان کا ساری دنیا کے لیے عربی مقرر ہو جانا معلوم نہیں کیا